اہل علم سے معذرت کیساتھ

گر تو برا نہ جانے

ترجمہ و تفہیم ۔ مولانا محمد ادریس سلفی مدرس جامعہ سلفیہ

زمانہ حاضر روحانی وجسمانی امراض کیلئے ایک عجیب صورت پیش کر رہا ہے ایسی بیماریاں سامنے آ رہی ہیں جو نسل انسانی میں موجود نہ تھیں اس سے بھی زیادہ سنگینی یہ ہے کہ نبض شناس حضرات خود بیمار ہو چلے ہیں میدان دعوت میں اترنے والے اور داعیان حق کے ساتھ منسلک ہونے والے نئے ہمسفر عموماً ''انا ولا غیری'' کے زعم میں مبتلا ہو جاتے ہیں انہیں وہم ہونے لگتا ہے کہ ہمارا فہم حرف آخر ہے یہ ''اعجاب کل ذی رائی برایہ'' ہر صاحب رائے کا اپنی رائے کو برتر و اعلیٰ، خیال کرنا۔ کا مریض اپنے آپ کو دھویں کی طرح اوپر ہی اوپر اٹھتا خیال کرتا ہے خود کو علم و فراست اور حکمت و دانش کا پہاڑ خیال کرنے والا یہ طبقہ ابتلاء و آزمائش میں کچے دھاگے اور غیر پختہ گھڑے کی مانند ہوتا ہے اور سارا سرمایہ کالعھن المنفوش ہو جاتا ہے۔

قصہ مختصر اس مرض کے عموماً دو اسباب ہوتے ہیں

1) کتب بینی نہ کہ قطب بینی علم و عمل سے آراستہ شخصیات سے فیض یاب ہونے کے بجائے کتب ٗ دروس اور علمی مذاکروں سے پیاس بجھانا۔ ان علمی چشموں کی اہمیت سے انکار ناممکن ہے لیکن سونے کو زیور بننے کیلئے کسی ماہر کاریگر کی زیر نگرانی ''بھٹی'' میں سے گزرنا پڑتا ہے آپ ﷺ تعلیم کے ساتھ تربیتی مرکز ''صفہ'' سے پختہ رنگ چڑھا کر سوئے عالم روانہ فرماتے جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ ''تعلمنا العلم والعمل جمیعا''

ہم نے علم وعمل ساتھ ساتھ حاصل کیئے

2) ناقص و نا تمام علم دعوت دین کا فریضہ ادا کرنے کی غرض سے محو سفر ہونے سے قبل جس طرح لبادہ جہالت کو اتارنا ضروری ہے ناقص علم سے متصف ہونا بھی انتہائی مہلک ثابت ہوا ہے علم میں صرف ''ابوشبر'' (ایک بالشت علم والا) ہونا واقعات کی روشنی میں جہالت سے بھی زیادہ ضرر رساں واقع ہوا ہے۔ حدیث مبارک ''وان من العلم جھلاً وان من القول عیالا'' میں شاید ایسے ہی مقامات کی طرف اشارہ ہے۔۔

سلف کے بقول علم کی جانب پیش قدمی کے تین درجات ہیں۔

1) جب کوئی شخص علم میں ایک بالشت (ابوشبر) کے آگے بڑھتا ہے تو اس میں ایک قسم کا غرور تکبر رونما ہوتا ہے۔
ایک طالب علم نے بسیار کوشش کر کے قال کی تعلیل بمع قاعدہ یاد کیا سمجھا کہ اب تو میں اس علم میں

یکتا ہوں اور شاید ہی کسی کو یہ تعلیل بمع قاعدہ از بر ہو چنانچہ ایک شب پاکستان کے مشہور و معروف مفسر قرآن جب خطاب کے بعد سامعین کے اسئلہ پر جواب دے رہے تھے اس نے بھی اپنا سوال بھیج دیا ”آپ کی شہرت ہے کہ بڑے عالم اور مفسر قرآن ہیں آپ زبانی قال کی تعلیل بمع قاعدہ بتائیں؟

2) جب ایک بالشت مزید علم کی طرف بڑھتا ہے تو تواضع پیدا ہوتی ہے۔

3) اب جو تیسری بالشت بھی علم دوستی میں آگے نکلتا ہے علم کی چابی ہاتھ میں آتی ہے علمی خزانے نظر آنے لگتے ہیں تو یہ بات منکشف ہو جاتی ہے کہ مجھے تو ابھی کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ حاصل شدہ تو فقط ایک چابی ہے۔ اور جو باقی ہے وہ بہت کچھ......

کہتے ہیں ڈارون مرتے وقت کہنے لگا میری مثال اور وہ علوم جو آج تک مجھ پر منکشف ہوئے ایسا ہے جیسے ایک آدمی سمندر کنارے حسرت سے کھڑا ہو مگر سمندر کے طول و عرض کے سامنے اپنی بے بسی کے اظہار کے سوا کچھ نہ کر سکے۔

کتنی تعداد ہے ”ابو شبر“ اہل علم کی جو کچھ پا کر سمجھتے ہیں ہم نے بہت کچھ سمیٹ لیا ہے اہل علم و فضل اور ہم میں فرق ختم ہو چکا ہے اب تو جسے چاہتے ہیں خطا و نسیان سے موصوف گردانتے ہیں کسی کو برملا کہتے ہیں وہ غلط کہتا ہے۔

بعض تو اس عہدہ سے بھی علو اختیار کر جاتے ہیں انہیں سلف صالحین کے فتاوی و اقوال کی طرف رہنمائی کی جائے تو بلا تامل گویا ہوتے ہیں ”هم رجال و نحن رجال“

بلوغ المرام سے چند احادیث صحیحہ حفظہ کر کے اپنی عمر سے زیادہ تجربہ رکھنے والے شیوخ الحدیث کو کسی گنتی میں نہیں لاتے انہیں یہ وہم لاحق ہو جاتا ہے کہ ہم ماہر و حافظ حدیث ہیں کسی کو ترجیح کیوں دیں۔

ان کی مثال اس مینڈک سے ہرگز بڑھ کر نہیں جو ایک تالاب یا کنویں میں چند چھلانگیں لگا کر اس کے حدود اربعہ کو ماپنے کے بعد رگیں پھلا لیتا ہے۔ کہ دنیا کا عظیم سمندر ہمارے چند قدموں تلے ہے اسے علم ہی نہیں کہ یہ تو سمندر کے عشر عشیر بھی نہیں۔

قل للذی یدعی علما عرفت شیئاً و غابت عنک اشیاء

انہیں علم نہ ہونے کے باوجود یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ہمیں علم نہیں ہے نادان کو انی نادانی کا علم ہو جائے تو شاید واپسی کا راہ لے اور اوہام کی دنیا سے حقیقت میں قدم رکھ لے۔

مہربان دوست آپ ”ابو شبر“ ہیں یا نہیں؟ یہ جاننے کیلئے اپنے اندر سلف صالحین، علماء و مشائخ مفتیان کرام سے ربط و تعلم کا جذبہ ماپ لیں۔ اور پھر دیکھیں ہم عصر علماء کرام سے متعلق کیا جذبات پنہاں ہیں یہی شیشہ سامنے رکھ۔ اپنا قد کاٹھ ماپ اور توفیق ربانی کا طالب رہ۔ واللہ هو الموفق